تحریک آزادی کشمیر کے موید ادارے اور افراد

ڈاکٹر محمد سرور عباسی

وائس چانسلر ' آزاد جموں و کشمیر یونیورسٹی ' مظفر آباد

۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی اور جموں کے ڈوگرہ راجہ گلاب سنگھ کے مابین عہد نامہ امرتسر اہل کشمیر کی صد سالہ غلامی کا باعث بنا۔ گلاب سنگھ نے جموں اور کشمیر کو ملا کر ریاست جموں و کشمیر کی بنیاد رکھی اور ریاست میں قرون وسطیٰ کی طرز کا شخصی نظام حکومت قائم کیا جو مسلم دشمنی پر استوار تھا جس کے تحت مسلمانوں کا اتنا استحصال کیا گیا کہ وہ اخلاقی ' مذہبی ' معاشرتی ' ذہنی اور اقتصادی اعتبار سے بالکل بے جان ہو گئے تھے اور ظلم کی چکی میں اس قدر پس گئے تھے کہ انہوں نے محکوم و مجبور زندگی اور ذلت و نامرادی کی موت پر قناعت کر لی تھی۔ سی ایم ایس ہائی سکول سری نگر کا انگریز پرنسپل ۱۹۲۲ء میں لکھتا ہے۔

" اگر برطانوی قوم کو اس ظلم کا سامنا ہوتا جسے کشمیریوں نے برداشت کیا تو ممکن ہے کہ ہم اپنی مردانگی کھو بیٹھتے " (۱)۔

ریاست میں جدید تعلیم کا آغاز مہاراجہ پرتاپ سنگھ (۱۸۸۵۔ ۱۹۲۵ء) کے دور میں ہوا لیکن مسلمان جو آبادی کا تقریباً ۸۷ فیصد تھے معاشی اعتبار سے اتنے پس ماندہ تھے کہ تعلیمی دوڑ میں ان کا شامل ہونا ناممکن تھا۔ اس کے علاوہ تعلیمی اداروں کا اجرا ایسے مقامات پر کیا گیا تھا کہ ہندو آبادی ہی ان سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتی تھی۔ پھر تعلیمی اداروں کی تعداد بہت قلیل تھی۔ ۱۹۱۶ء تک ریاست میں ۳۱۴ پرائمری سکول اور ۳۷ مڈل سکول تھے (۲)۔ اگر ریاست کی آبادی کو پیش نظر رکھا جائے تو ۲۷۱ مربع میل کے علاقے میں اور ۱۰۶۷۷ افراد کی آبادی کے لئے ایک پرائمری سکول تھا اور ۲۲۸۲ مربع میل اور ۸۹۷۴۳ افراد کی آبادی کے لئے ایک مڈل سکول تھا۔ ۱۹۲۲ء میں ریاست میں ۶ ہائی سکول اور دو کالج تھے۔ ریاست کا محکمہ تعلیم ہندوؤں سے بھرا پڑا تھا۔ ۱۹۲۴ء میں اس محکمہ کے ۵۲ اعلیٰ انتظامی اور تدریسی ملازمین میں سے ۴۷ ہندو تھے (۳)۔ ادنیٰ درجے کے اساتذہ میں بھی مسلمانوں کی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ ہندو اساتذہ مسلمان طلبہ سے اس پیار اور شفقت کا سلوک نہیں کرتے تھے جو ان میں تعلیم کا شوق پیدا کرنے کے لئے ضروری تھی۔ ریاست میں پریس اور اظہار رائے کی آزادی نہیں تھی چنانچہ موجودہ صدی کی پہلی دہائی میں پنجاب صوبائی مسلم لیگ نے کشمیری مسلمانوں کی حمایت میں آواز اٹھائی۔ صوبائی مسلم لیگ کے ۱۹۰۹ء کے سالانہ اجلاس میں میاں محمد شفیع نے انکشاف کیا کہ کشمیر میں مسلمانوں کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ ایک مسلمان استاد کی تعیناتی سے ایک سکول میں چار سو مسلمان طلباء نے داخلہ لیا مگر اس کی جگہ ایک ہندو استاد آیا تو ان سب نے پڑھائی چھوڑ دی (۴)۔ تعلیمی وظائف زیادہ تر ہندو طلبا کو دیئے جاتے تھے۔ روزنامہ " زمیندار " لاہور نے مارچ ۱۹۲۵ء کی ایک اشاعت میں لکھا کہ گزشتہ کئی برسوں میں حکومت کشمیر نے جن طلباء کو یورپ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظائف دیئے ہیں ان میں ایک بھی مسلمان نہیں تھا۔ برطانوی ہند میں حصول تعلیم کے لئے ریاست نے ۳۰۔ ۳۵ سالوں میں صرف ایک مسلمان کو وظیفہ دیا گیا (۵)۔ ۳۲۔ ۱۹۳۱ء میں حکومت نے جن ۱۹۰ یتیموں کو وظائف دیئے ' ان میں صرف ۴۲ مسلمان تھے (۶)۔ چنانچہ تعلیم سے مسلمانوں کی محرومی کی یہ حالت ہو گئی کہ ۱۹۲۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کے میٹرک کے امتحان میں پاس ہونے والے ۵۱۷ طلباء میں صرف ۶۰ مسلمان تھے۔ ایف اے کے ۹۸ طلباء میں مسلمان ۱۴ اور بی اے کے ۸۷ طلباء میں ۷ مسلمان تھے۔ ایف ایس سی کے ۳۸ اور بی ایس سی کے ۱۵ طلباء میں ایک بھی مسلمان نہیں تھا (۷)۔ ۳۲۔ ۱۹۳۱ء میں ریاستی ہائی سکولوں میں ۹۳۴۶ طالب علم زیر تعلیم تھے ' ان میں مسلمانوں کی تعداد ۳۶۶۳ تھی (۸)۔

ریاستی مسلمانوں کی اس ناگفتہ بہ تعلیمی حالت کے نتائج کو ملی درد اور فہم و فکر رکھنے والے صرف چند افراد نے گزشتہ صدی کے

اواخر اور بعض مقامات پر موجودہ صدی کی پہلی دہائی میں محسوس کیا اور قومی اصلاح احوال کی طرف توجہ دی ۔ اس سلسلہ کی ابتدا جموں سے ہوئی جہاں ۱۸۹۲ء (۹) ۔ میں صاحبزادہ حضرت شاہ وکیل ، شیخ عبدالعزیز (بعد میں سول جج) ، سید اسد اللہ شاہ وکیل ، سید الطاف علی شاہ ، منشی محمد یعقوب عرائض نویس اور ملک منشی غلام نبی نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے تعلیمی پروگرام سے متاثر ہو کر " انجمن اسلامیہ جموں " کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں میں اشاعت تعلیم کا کام شروع کیا ۔ آگے چل کر سردار محمد اکبر خان ، جنرل سمندر خان ، کرنیل غلام علی ، کرنیل یار محمد ، شیخ محمد ابراہیم اور شیخ عبدالحمید ایڈوکیٹ نے انجمن کی تعلیمی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیا ۔ ۱۸۹۷ء میں کشمیر کے ممتاز مذہبی رہنما میرواعظ رسول شاہ نے چند مقامی اور پنجابی مسلمانوں کے تعاون سے اپنی صدارت (۱۰) میں ایک انجمن " نصرت اسلام سرینگر " کے نام سے قائم کی تاکہ وادی کے مسلمانوں میں اشاعت تعلیم کا کام کیا جائے ۔ اپنی تعلیمی خدمات کے پیش نظر وہ کشمیر کے " سرسید " مشہور ہوئے (۱۱) ۔ ان کے بعد ان کے بھائیوں مولوی عتیق اللہ اور میرواعظ احمد اللہ نے انجمن کی ترقی میں گہری دلچسپی لی ۔ پھر یہ ذمہ داری مولانا رسول شاہ کے فرزند میرواعظ کشمیر مولوی محمد یوسف شاہ نے سنبھالی ۔ سردار محمد اکرم خان عباسی اور حسام الدین شاہ نے مقامی اکابرین کی امداد و معاونت سے ۱۹۱۱ء (۱۲) ۔ میں انجمن اسلامیہ پونچھ قائم کی (۱۳) ۔ اول الذکر کو اس کا پہلا صدر منتخب کیا گیا ۔

مذکورہ بالا تعلیمی انجمنوں کے اراکین زیادہ تر سرکاری ملازم ، تاجر اور حکومت کے مراعات یافتہ لوگ تھے ۔ ذاتی مجبوریوں اور مفادات کی بنا پر ان سے یہ امید نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ حکومت کے خلاف اپنے پلیٹ فارم سے ایک لفظ بھی کہیں ۔ پھر بھی ان کی فکر و نظر نے مسلمانان ریاست کی بیداری کا بنیادی پتھر رکھ کر اہم ملی خدمت سرانجام دی ۔ ابتداء میں ان انجمنوں کے منتظمین نے پرائمری سکولوں کا اجراء کیا ۔ بعد میں انہیں مڈل اور پھر ہائی سکولوں کا درجہ دیا گیا ۔ ریاست میں تعلیمی انجمنوں کے سالانہ اجتماعات جن میں برطانوی ہند سے جید علماء کرام کو اظہار خیال کے لئے خصوصیت سے مدعو کیا جاتا تھا قومی میلوں کی طرح بڑی دھوم دھام سے ہوا کرتے تھے ۔ ان موقعوں پر لوگ آپس میں مل بیٹھتے اور قومی مسائل پر ایک دوسرے کے خیالات سے مستفید ہوتے ۔ علی گڑھ میں مسلم یونیورسٹی کے قیام کے لئے چندے کی مہم کا آغاز کیا گیا تو ریاست میں بھی اس کی حمایت میں تحریک شروع ہوئی ۔ مارچ ۱۹۱۱ء میں جموں میں چندہ کی فراہمی کے لئے میجر جنرل راجہ فرمان علی خان ، سردار محمد اکبر خان (ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر) ، مولوی نذیر احمد سب جج ، شیخ عبدالعزیز منصف اور شاہی معالج حکیم محمد علی پر مشتمل " یونیورسٹی فاونڈیشن کمیٹی " تشکیل دی گئی ۔ ایک درد دل رکھنے والے قومی کارکن ملک مقبول احمد کو اس کمیٹی کا سکریٹری منتخب کیا گیا (۱۴) ۔ ریاستی مسلمانوں نے اپنی مالی مجبوریوں اور پریشانیوں کے باوصف مجوزہ یونیورسٹی کے لئے دل کھول کر چندہ دیا ۔ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے ترکی کے علاقہ طرابلس پر حملہ کر دیا ۔ یہ جنگ جاری تھی کہ بلقان کی ریاستوں نے ترکی کے خلاف جنگ چھیڑ دی ۔ برطانوی ہند کے مسلمانوں نے ترکی کی حمایت میں اخوت اسلامی کا شاندار مظاہرہ کیا اس موقعہ پر کشمیر میں بھی چندے جمع ہوئے اور ترکی کو روپیہ بھیجا گیا (۱۵) ۔

اس زمانہ میں آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس برطانوی ہند کے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی میں گہری دلچسپی لے رہی تھی ۔ ۱۹۰۸ء میں اس تنظیم نے دس دس روپے کے دو وظائف کشمیری طلباء کو دینے کا اعلان کیا (۱۶) ۔ کانفرنس نے ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۰ء کے سالانہ اجتماعات میں جو بالترتیب رنگون اور ناگپور میں ہوئے ، مہاراجہ سے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے تدارک اور سکولوں میں مسلمان اساتذہ کی تعداد بڑھانے کا مطالبہ کیا (۱۷) ۔ کانفرنس نے ستمبر ۱۹۱۳ء میں سرینگر میں چیف کورٹ لاہور کے جسٹس میاں محمد شاہ دین کی صدارت میں ایک تعلیمی کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا (۱۸) ۔ مگر حکومت کی طرف سے اس کے انعقاد کی اجازت نہ ملی ۔ اس ماہ کی ۲۴ تاریخ کو آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے جائنٹ سیکریٹری صاحبزادہ آفتاب احمد خان جو بعد میں علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی ہوئے ، کی سرکردگی میں کانفرنس کا ایک وفد مہاراجہ پرتاپ سنگھ سے سرینگر میں ملا ۔ لاہور کے ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج خان بہادر احمد خان ، انجمن حمایت اسلام لاہور کے سیکریٹری حاجی میر شمس الدین ، امرتسر کے رئیس خواجہ نظام الدین اور گوجرانوالہ کے ایک سرکردہ شہری عطا محمد خان جو شیخ دین محمد (بعد میں جسٹس) کے بھائی تھے ، کو وفد میں شامل کیا گیا تھا ۔ وفد نے مہاراجہ کو مسلمانوں کی تعلیمی پستی کے تدارک کے لئے ایک ایڈریس پیش کیا (۱۹) ۔ جسے مہاراجہ نے بہرے کانوں سے سنا اور بودی دلیلوں سے وفد کو ٹال دیا (۲۰) ۔

پنجاب صوبائی مسلم لیگ نے اپنے کئی اجلاسوں میں ریاستی

مسلمانوں کی فلاح و ترقی کے لئے متعدد قرار دادیں منظور کیں ۔ لیگ کے ۱۹۰۹ء کے سالانہ اجلاس میں میاں محمد شفیع نے ایک قرار داد پیش کی جس میں وادی کے مسلمانوں کی زبوں حالی کی طرف حکومت ہند اور مہاراجہ کشمیر کی توجہ دلائی اور اس یقین کا اظہار کیا کہ اس کا تدارک کیا جائے گا ۔ امرتسر کے خواجہ محمد یوسف نے قرار داد کی تائید کرتے ہوئے ریاستی حکومت پر کڑی نکتہ چینی کی اور اسے سکھا شاہی سے منسوب کیا (۲۱) ۔ مئی ۱۹۱۲ء کے ایک اجلاس میں میاں محمد شفیع نے لیگ کی طرف سے کشمیری مسلمانوں کی حمایت میں کی جانے والی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ لیگ نے متعدد قرار دادیں منظور کرکے حکومت کشمیر کو ارسال کی تھیں جن کے نتیجہ میں حکومت نے چند مسلمانوں کو اعلیٰ عہدوں پر تعینات کیا (۲۲) ۔ اسی سال لیگ کے سالانہ اجلاس میں خواجہ محمد یوسف نے ایک قرار داد پیش کی جس میں مہاراجہ کشمیر سے ریاستی مسلمانوں کی حالت بہتر بنانے کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرنے اور ان کی موجودہ حالت کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر کرنے کا مطالبہ کیا (۲۳) ۔

کشمیری مسلمانوں کی اس جدوجہد میں جو تعلیمی بیداری اور بنیادی حقوق کے لئے تھی ان کشمیری تارکین وطن نے سرگرم حصہ لیا جو تاریخ کے مختلف ادوار میں حکام کی غیر رواداری اور آسمانی بلاؤں کی وجہ سے ترک وطن پر مجبور ہوئے ۔ یہ بلائیں کشمیر میں کبھی سیلاب ، کبھی قحط ، کبھی وبا ، کبھی آگ اور کبھی سرکاری مظالم کی صورت میں آئیں اور ہر بار بڑے پیمانے پر آبادی کا انخلاء ہوا ۔ اس ترک وطن کے سفر میں جس کو جہاں پاؤں پسارنے کی جگہ ملی وہ وہیں رک گیا ۔ اپنے وطن کی گھٹن سے باہر نکل کر ایک کھلی فضا میں کشمیری تارکین وطن کے جوہر خوب کھلے اور ان کی صلاحیتوں کو نکھرنے کا خوب موقع ملا اور اس طرح انہوں نے جلد ہی علم و ادب ، تجارت و صنعت غرض ہر شعبہ زندگی میں نام پیدا کیا ۔ سیاستدانوں میں حکیم الامت حضرت علامہ اقبال ، نواب سلیم اللہ خان اور ان کے بھانجے خواجہ ناظم الدین ، ڈاکٹر محمد عالم اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو کشمیری النسل تھے ۔ طب میں حکیم اجمل خان ، خطابت میں سید عطاءاللہ شاہ بخاری ، فن حدیث میں سید انور شاہ کاشمیری اور پہلوانی میں گاما پہلوان کا ہم پلہ آج تک پیدا نہیں ہوا ۔ ان سب کے آباؤ اجداد کشمیری تھے ۔ لاہور کے پہلے انگریزی اخبار " آبزرور " کے ایڈیٹر خواجہ احمد شاہ بھی کشمیری تھے ۔ ڈرامہ نویس آغا حشر کاشمیری ، افسانہ نگار سعادت حسن منٹو اور برصغیر جنوبی ایشیا کی کتنی ہی دیگر نامور ہستیوں کے آباؤ اجداد کا وطن کشمیر تھا ۔ وطن سے باہر نکل کر کشمیری تارکین وطن کے دل وطن کی یاد سے معمور رہے ۔ پنجاب میں جو کشمیری مسلمان آباد تھے انہوں نے لاہور میں فروری ۱۸۹۶ء میں ایک تنظیم قائم کی جس کا نام " انجمن کشمیری مسلمانان لاہور " رکھا (۲۴) ۔ اصلاح رسوم ، برادرانہ یکجہتی اور کشمیری برادری کو تعلیم ، تجارت ، صنعت و حرفت اور زراعت کی ترغیب دینا اس تنظیم کے اغراض و مقاصد تھے (۲۵) ۔ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال کا یہ شعر جس نظم سے لیا گیا ہے وہ اسی انجمن کے تاسیسی اجلاس میں پڑھی گئی تھی ۔

خدا نے ہوش دیا متفق ہوئے سارے
سمجھ گئے ہیں تری چال گنبد گرووں

انجمن کے ایک اور اجلاس میں حضرت علامہ نے چند رباعیاں (۲۶) ۔ پڑھیں جن میں سے یہ شعر بہت مشہور ہوا ۔

توڑ اس دست جفاکیش کو یا رب جس نے
روح آزادی کشمیر کو پامال کیا

انجمن کشمیری مسلمانان لاہور نے اپنی تاسیس کے ساتھ اسی نام سے ایک رسالہ لاہور سے جاری کیا ۔ ۱۹۰۰ء میں جان محمد گنائی نے منشی محمد دین فوق کی زیر ادارت " کشمیری گزٹ " نکالا ۔ فوق نے کشمیر پر درجنوں کتابیں لکھیں ۔ ۱۹۰۶ء میں انہوں نے لاہور سے ایک ماہانہ رسالے " کشمیری میگزین " کا اجراء کیا جو ۱۹۱۲ء میں ہفتہ وار ہو کر " اخبار کشمیری " کے نام سے ۱۹۳۴ء تک شائع ہوتا رہا ۔ اس میں اس امتیازی سلوک کا ذکر کیا جاتا تھا جو ریاستی مسلمانوں کے خلاف سول اور فوجی ملازمتوں اور تعلیمی میدان میں روا رکھا جا رہا تھا (۲۷) ۔ منشی محمد دین فوق نے برسوں کشمیری مسلمانوں کی ترجمانی کی ۔ انہوں نے ان کی حمایت میں جس قدر لکھا یہ اسی کا اثر تھا کہ مسلم اخبارات میں کشمیری مسلمانوں کو ان کے حقوق دلانے کا کچھ نہ کچھ ذکر کیا جاتا تھا ۔

" انجمن کشمیری مسلمانان لاہور " نے ۱۹۰۸ء میں " آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس " کے نام سے ایک باقاعدہ جماعت کی شکل اختیار کر لی (۲۸) ۔ اس کی تشکیل منشی محمد دین فوق (۲۹) ۔ کے پر درد مضامین اور تحریک سے ہوئی ۔ اس کانفرنس کا پہلا جنرل سیکرٹری حضرت علامہ اقبال کو چنا گیا ۔ منشی محمد دین فوق اور بابو حیدر محمد خان جائنٹ سیکرٹری

کی حیثیت سے ان کے دست راست تھے۔ بعد میں بابو حیدر محمد جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے (۳۰)۔ بابو حیدر محمد گوجرانوالہ کے شیخ دین محمد (بعد میں جسٹس) کے بھائی تھے۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں لاہور کے ایک ایڈووکیٹ سید محسن شاہ کو کانفرنس کا جنرل سیکرٹری چنا گیا (۳۱)۔ انہوں نے تقریباً ربع صدی کشمیری مسلمانوں کی تعلیمی اور سیاسی بیداری کے لئے زبردست تگ و دو کی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ کشمیریوں کے بہت بڑے محسن تھے۔ آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کے اغراض و مقاصد میں دو باتیں بطور خاص شامل تھیں۔ اول مسلمان باشندگان کشمیر کو تعلیم کے فوائد سے آگاہ کر کے انہیں اس کے حصول کی ترغیب دلائی جائے۔ دوم ان کے دوسرے حقوق کو پامال ہونے سے بچایا جائے اور ان کے تحفظ کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ کانفرنس نے ان دونوں مقاصد کے حصول کے لئے بڑی سرگرمی سے کام کیا اور کشمیریوں کی حمایت میں موثر آواز اٹھائی۔ کانفرنس کے سالانہ اجلاس نہایت مقتدر افراد کی صدارت میں بڑی کامیابی سے پنجاب کے شہروں میں ہوا کرتے تھے (۳۲)۔ کانفرنس کے پہلے سالانہ اجلاس میں جو ۱۷ اپریل ۱۹۱۱ء کو لاہور میں ہوا۔ ایک قرار داد میں مہاراجہ کشمیر سے پرزور مطالبہ کیا گیا کہ کشمیری مسلمانوں کی تعلیمی پستی کا تدارک کیا جائے، نیز اسکولوں میں مسلمان مدرسین کی تعداد بڑھائی جائے۔ جبکہ دوسری قرار داد میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ ریاست کپور تھلہ اور فرید کوٹ کی طرح کشمیر کے لوگوں کو بھی بیگار سے نجات دلائی جائے (۳۳)۔ کانفرنس نے ۱۹۱۲ء میں امرتسر کے سالانہ اجلاس میں کشمیر کے مسلمانوں کے تعلیمی مقاصد اور حصول ملازمت کے لئے قرار دادیں منظور کر کے حکومت کشمیر کو ارسال کیں۔ ۱۹۱۳ء میں کانفرنس کا سالانہ اجلاس گوجرانوالہ میں ہوا جس میں اس جواب کو غیر تسلی بخش قرار دیا گیا جو وزیراعظم کشمیر نے ان قرار دادوں سے متعلق کانفرنس کو دیا تھا۔ اس اجلاس میں مہاراجہ سے مطالبہ کیا گیا کہ مسلمانوں کی تعلیمی پستی کے اسباب کی تحقیقات کے لئے کمیشن مقرر کیا جائے۔ اجلاس میں کانفرنس نے دو باتوں کا اعلان کیا۔ ایک اس بات کا کہ کشمیریوں کو میٹرک کے بعد لاہور میں تعلیم کے حصول کے لئے وظائف دیئے جائیں گے اور دوسرا اس کا کہ کانفرنس مسلمانوں کو تعلیم کے فوائد سمجھانے کے لئے وادی میں نمائندے بھیجے گی۔ جنوری ۱۹۱۵ء میں کانفرنس کا ایک وفد جو امرتسر سے خان بہادر خواجہ یوسف شاہ، خان بہادر شیخ غلام صادق، خواجہ نظام الدین اور لاہور سے خان بہادر اللہ بخش، (۳۴)۔ میاں شمس الدین، منشی محمد الدین فوق اور سید محسن شاہ پر مشتمل تھا لاہور میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ سے ملا۔ وفد نے مہاراجہ کی توجہ مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی اور بدحالی کو دور کرنے کی طرف دلائی لیکن اس نے وفد کو یوں ٹال دیا کہ اگر وہ "قضیہ زمین بر سرزمین" پیش کریں تو زیادہ مناسب ہو گا (۳۵)۔ اپریل ۱۹۱۵ء میں کانفرنس نے گجرات میں سالانہ اجلاس منعقد کیا۔ ایک قرارداد میں ریاستی مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی کے تدارک کے لئے مہاراجہ کو کچھ معروضات پیش کیں (۳۶)۔ مگر حسب معمول مہاراجہ نے ان معروضات کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

برطانوی ہند میں کشمیری مسلمانوں کی حمایت و ہمدردی میں جو آوازیں اٹھائی گئیں ان کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکتوبر ۱۹۱۵ء میں حکومت کشمیر کی درخواست پر حکومت ہند نے اپنے تعلیمی سیکرٹری مسٹر شارپ کی خدمات کچھ عرصے کے لئے اس غرض سے ریاست کے سپرد کیں کہ وہ یہاں کی تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کے لئے حکومت کو مشورہ دے سکے (۳۷)۔ لیکن حکومت نے مسٹر شارپ کی سفارشات کو صیغۂ راز میں رکھا۔ ۱۶ سال بعد اہل کشمیر کی شکایات کی تحقیقات کرنے والے ایک سرکاری کمیشن نے لکھا۔ "اکثر شکایت کی جاتی ہے کہ مسٹر شارپ کی سفارشات کو مناسب طور پر مشتہر نہیں کیا گیا اور بہت حد تک ان کو فراموش کر دیا گیا (۳۸)"۔ مسٹر شارپ نے حکومت کو مشورہ دیا تھا کہ ابتدائی سکولوں میں جن کی اس وقت تعداد ۳۱۱ تھی، ۱۱۰۰ اسکولوں کا اضافہ کیا جائے تاکہ ۵۰۰ یا اس سے زیادہ آبادی والے دیہات میں بچوں کو ابتدائی تعلیم دی جا سکے۔ نیز اس پروگرام کو دس سال کے عرصہ میں عملی جامہ پہنایا جائے (۳۹)۔ کمیشن نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔ "۲۸ سال بعد ریاست کا محکمہ تعلیم اس معیار تک پہنچے گا جو اسے ۱۹۲۶ء میں حاصل کر لینا چاہئے تھا۔ اس کے علاوہ مسٹر شارپ کے وقت سے اب تک کم از کم ۵۰۰ آبادی والے دیہات کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ اب ان دیہات کی مجموعی تعداد ۱۹۹۰ ہے اور ۳۹ قصبات ان دیہات کے علاوہ ہیں (۴۰)"۔ مسٹر شارپ نے یہ بھی سفارش کی تھی کہ عربی کے اساتذہ کی تعداد میں ایک سو کا اضافہ کر کے ان کی کل تعداد ۱۸۰ کر دی جائے اور جب نئے اسکول کھل جائیں تو ان اساتذہ کی تعداد ۸۰۰ سے کم نہیں ہونی چاہئے۔ ۱۹۳۲ء میں عربی کے اساتذہ کی تعداد صرف ۹۷ تھی (۴۱)۔

مسلم کشمیری کانفرنس کو حکومت کی سرد مہری سے بہت جلد

مسٹر شارپ کی سفارشات کا انجام نظر آ گیا۔ اپریل ۱۹۲۰ء میں کانفرنس نے سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد کیا تو اس اجلاس میں ایک قرار داد کے ذریعے اس امر پر اظہار افسوس کیا گیا کہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اور آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کے وفود نے جو مطالبات مہاراجہ پرتاپ سنگھ کو پیش کئے تھے ان پر بہت کم توجہ دی گئی ہے اور حکومت کشمیر سے مطالبہ کیا گیا کہ ان مطالبات کو عملی جامہ پہنایا جائے ۔ دوسری قرار داد میں کہا گیا تھا کہ مسٹر شارپ کی رپورٹ شائع کی جائے اور بتایا جائے کہ ان سفارشات پر کہاں تک عمل ہوا ہے نیز مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات کی دیکھ بھال کے لئے ایک مسلمان انسپکٹر مقرر کیا جائے ۔ ایک اور قرار داد میں اسسٹنٹ ریزیڈنٹ پونچھ سے مطالبہ کیا گیا کہ اس علاقہ کے مسلمانوں کی غالب اکثریت کے پیش نظر یہاں مسلمان اعلیٰ تعلیمی افسر مقرر کیا جائے نیز ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر اور سیکنڈ ماسٹر میں سے ایک لازی طور پر مسلمان ہونا چاہئے (۴۲) ۔ اس اجلاس میں کانفرنس نے کشمیر پبلسٹی بورڈ بھی قائم کیا۔ روزنامہ " سیاست " لاہور کے مدیر مولانا سید حبیب کو اس بورڈ کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ بورڈ کے اراکین میں علامہ محمد اقبال ' سید محسن شاہ ' حاجی میر شمس الدین ' پیر تاج الدین بیرسٹرایٹ لاء سیکرٹری پنجاب صوبائی مسلم لیگ لاہور ' مسٹر دین محمد وکیل ہائی کورٹ پنجاب (گوجرانوالہ) ' پیر زادہ ولی اللہ شاہ (گوجرانوالہ) اور خواجہ عبدالرحمان غازی لائل پور (فیصل آباد) شامل تھے (۴۳) ۔ بورڈ کا کام ریاست میں اس امتیازی سلوک کو بے نقاب کرنے کے لئے مطبوعات تیار کرنا تھا جو ریاستی مسلمانوں کے خلاف حکومت نے روا رکھا تھا۔ یہ وہ کام تھا جو ڈوگرہ قوانین کے مطابق ریاست میں نہیں کیا جا سکتا تھا لہذا کانفرنس نے نشر و اشاعت کا محاذ کھول کر کشمیر میں بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی ۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں امرتسر میں کانفرنس کے سالانہ اجلاس نے دو قراردادیں منظور کیں ۔ پہلی قرار داد میں حکومت کشمیر سے استدعا کی گئی کہ کانفرنس کے ایک وفد کو مہاراجہ کے سامنے معروضات پیش کرنے کی اجازت دی جائے ۔ اس پر حکومت نے مکمل خاموشی اختیار کر لی اور یاد دھانیوں کے باوجود کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے علاوہ یہ درخواست بھی کی گئی تھی کہ ستمبر ۱۹۲۴ء میں کانفرنس کو سری نگر میں سالانہ اجلاس منعقد کرنے کی اجازت دی جائے۔ مگر حکومت نے اس کی اجازت نہ دی (۴۴) ۔ اس پر روزنامہ " زمیندار " لاہور نے ۳ ستمبر ۱۹۲۴ء کو بعنوان " دربار کشمیر اور مسلم کشمیری کانفرنس " ایک اداریہ لکھا۔ جس میں کہا کہ آریہ سماج جیسی منافرت انگیز تنظیم کو جو کشمیری مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان افتراق پیدا کرنے کے لئے بدنام ہے اور جس کے اخبار حکومت کشمیر کی بعض کارروائیوں پر زہریلی نکتہ چینی کرتے ہیں سری نگر میں سالانہ اجلاس منعقد کرنے کی اجازت دی جاتی ہے لیکن مسلمانوں کی تعلیمی انجمن کے مجوزہ اجلاس پر پابندی عائد کی جاتی ہے ۔ حکومت نے ایسا رویہ اختیار کر کے عدم تدبر کا ثبوت دیا ہے ۔ حوراصل حکومت کانفرنس کی کسی بات کو اس لئے وقعت نہیں دیتی تھی کہ خود کشمیری مسلمان جو جبر کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے اپنے معاملات سے متعلق بالکل بے حس و حرکت تھے ۔ اگر وہ برطانوی ھند سے اپنی حمایت میں اٹھنے والی آوازوں کی تائید کرتے تو لازماً وہ نتیجہ خیز ہوتیں ۔ لیکن نسل در نسل غلامی کی وجہ سے ان پر خوف و ہراس طاری تھا اور وہ زبان پر حرف شکایت تک نہیں لا سکتے تھے ۔ ۱۹۲۱ء میں حضرت علامہ اقبال پہلی بار کشمیر گئے تو اس کے دو سال بعد انہوں نے " پیام مشرق " شائع کی ۔ اس میں ایک نظم 'ساقی نامہ' ہے جس میں انہوں نے اھل کشمیر کی مظلومی کی ایسی تصویر کھینچی کہ پہلی بار ساکنان خطہ کو اپنی مظلومیت کا احساس ہوا ۔ چنانچہ جولائی ۱۹۲۴ء میں ریشم خانہ سری نگر کے مزدوروں نے کارخانہ کے ہندو افسروں کی دھاندلیوں کے خلاف احتجاجی آواز بلند کی ۔ اگرچہ حکومت نے ان کی اس آواز کو طاقت کے ظالمانہ استعمال سے کچل دیا تاہم یہ واقعہ وادی کے عام مسلمانوں کی بیداری کا پہلا سانس اور پہلا سنگ میل تھا۔ ریشم خانہ کا زخم ابھی تازہ تھا کہ اسی سال ماہ اکتوبر میں وائسرائے ھند لارڈ ریڈنگ سیروسیاحت کے لئے کشمیر تشریف لائے تو موقعہ پا کر کشمیری اکابرین میرواعظ احمد اللہ ' مولانا عتیق اللہ ' مولانا احمد اللہ ھمدانی ' مولوی شریف الدین ' خواجہ حسن شاہ نقشبندی ' خواجہ سعد الدین شال ' سید شاہ جلالی ' سید حسین شاہ جلالی اور حاجی جعفر خان (۴۵) ۔ نے انہیں مسلمانوں کے غصب شدہ سیاسی ' مذھبی ' معاشی ' معاشرتی اور شہری حقوق کی واگذاری کے لئے ایک طویل یاد داشت پیش کی اور مناسب اقدامات کا مطالبہ کیا (۴۶) ۔ لارڈ ریڈنگ نے مسلمانوں کی عرضداشت مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے حوالے کر دی ۔ مسلمانوں نے جس کے خلاف شکایت کی تھی اور جس کی حیثیت ایک مجرم کی سی تھی اس کو وائسرائے نے جج بنا کر بٹھا دیا۔ نتیجہ وہی ہوا جو ریاست کے ظالم حکمران سے متوقع تھا۔

حکومت نے مشیر مال رائے بہادر کرنل جنک سنگھ ' گورنر کشمیر

چوھدری خوشی محمد ناظر اور ممبر مالیات و پولیس مسٹر جے بی گلینسی پر مشتمل ایک کمیشن شکایات کی تحقیقات کے لئے مقرر کر دیا (۴۷) ۔ کمیشن نے قرار دیا کہ مسلمانوں کی شکایات بے بنیاد ہیں ۔ اکثر دستخط کنندگان نے معافی مانگ کر حکومت کے غیض و غضب سے اپنے آپ کو بچا لیا (۴۸) اور بعض کو مصائب و آلام کا نشانہ بننا پڑا ۔ ۱۵ مارچ ۱۹۲۵ء کو خواجہ سعد الدین شال کو گرفتار کر کے جلاوطن کر دیا گیا ۔ خواجہ حسن شاہ نقشبندی کی جاگیر ضبط کر لی گئی ۔ ان کے فرزند خواجہ نور شاہ کو تحصیلداری اور حسین شاہ جلالی کو ذیلداری کے عہدے سے الگ کر دیا گیا (۴۹) ۔ مولانا میرواعظ احمد اللہ کو دربار سے خارج کر دیا گیا تھا (۵۰) ۔ اس کارروائی کے خلاف آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس نے پنجاب بھر میں احتجاجی جلسے کئے اور پنجاب کی اسلامی انجمنوں نے کانفرنس کی تائید میں قرار دادیں پاس کر کے حکومت کو ارسال کیں ۔ اخبارات نے بھی احتجاجی اداریئے لکھے اور اس شدید بے انصافی کی تلافی پر زور دیا (۵۱) ۔ کشمیری مسلمانوں کو بھی اپنی کسمپرسی کا اور زیادہ احساس ہوا اور ان کے سینوں میں بیداری کی آگ اور بھڑکنا شروع ہوئی ۔ اس وقت پریشان حال اور غیر مطمئن مسلمانوں کو ایک نڈر قیادت کی ضرورت تھی جو ابھی انہیں میسر نہ تھی ۔ اس لئے انہیں کچھ عرصہ اور خون کے گھونٹ پی کر چپ رہنا پڑا ۔

۱۹۲۵ء میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے انتقال پر عنان حکومت اس کے بھائی راجہ امر سنگھ کے بیٹے مہاراجہ ھری سنگھ کو منتقل ہوئی ۔ اقتدار سنبھالتے ہی اس نے اعلان کیا " میں ہندو ہوں لیکن بحیثیت حکمران میرا مذہب انصاف ہے " (۵۲) ۔ کسی ڈوگرہ حکمران سے ریاستی مسلمانوں نے انصاف کا لفظ پہلی بار سنا تھا ۔ اس لئے وہ بے حد خوش ہوئے اور انہوں نے اطمینان کا سانس لیا ۔ ابتداء میں مہاراجہ نے اپنے اعلان پر کچھ عمل کیا ۔ اس دوران قانون تحفظ زمینداراں منظور ہوا جس سے ساہوکاروں اور مہاجنوں کے ظالمانہ سودی نظام سے عوام کو کچھ تحفظ میسر آیا ۔ اس قانون کے خلاف ھندو ساہوکاروں نے سخت احتجاج کیا مگر مہاراجہ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا ۔ چنانچہ روزنامہ " زمیندار " لاھور نے اپنی ۲۳ نومبر ۱۹۲۶ء کی اشاعت میں " حق کی فتح اور باطل کی شکست ۔ زندہ باد مہاراجہ ھری سنگھ " کے عنوان سے ایک اداریہ لکھا جس میں مہاراجہ کی عوام دوستی کا اعتراف کیا گیا ۔ لیکن رفتہ رفتہ نااھل مشیروں اور خوشامدی درباریوں نے مہاراجہ اور عوام کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی اور اسے عوام کی فلاح و بہبود سے لاپرواہ کر دیا ۔ اتفاق کی بات ہے کہ اوائل ۱۹۲۹ء میں ریاستی کونسل کے سینئر ممبر مسٹر البیئن بینرجی نے مہاراجہ کی پالیسی سے نالاں ہو کر استعفیٰ دے دیا اور ۱۵ مارچ کو ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا کے نمائندے کو ایک بیان دیا جس میں کہا ۔ " کشمیر کی ریاست میں تقریباً تمام تر آبادی مسلمانوں کی ہے ۔ لیکن اس قدر جاھل اس قدر سادہ لوح اور مظلوم و محکوم کہ حد بیان سے باہر ہے ۔ افلاس بے انتہا بڑھا ہوا ہے اور حکومت کی بے اعتنائی اور جور و ستم اس قدر ناقابل برداشت ہے کہ مجھ پر ان کی حالت دیکھ کر رقت طاری ہو جاتی ہے ۔ حکومت اور رعایا کے درمیان کوئی رابطہ نہیں ۔ وہ بے زبان مویشیوں کی طرح ہیں ۔ حاکم جس صورت سے چاہتا ہے ان سے کام لیتا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں .... " (۵۳) ۔

حکومت کے ایوانوں میں اس بیان سے تہلکہ مچ گیا ۔ ارباب حکومت نے دوڑ دھوپ شروع کر دی کہ مسلمانوں سے ہی بینرجی کے بیان کی تردید کرائی جائے ۔ وزیر پیش گاہ (Minister in Waiting) پیارے کشن وائل اور ریاستی ھائی کورٹ کے جسٹس آغا حسین (۵۴) ۔ کو ریاست کے حسن انتظام سے متعلق ایک تحریری بیان حاصل کرنے کے لئے جموں بھیجا گیا ۔ ایک اجلاس میں جو بند کمرے میں ہوا انجمن اسلامیہ جموں کے بعض اراکین تردیدی بیان پر دستخط کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے ۔ ان دنوں جموں کے نوجوانوں کی تنظیم ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کی سرگرمیوں کا بڑا چرچا تھا ۔ انہوں نے مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور ان کے تعلیمی ، سیاسی اور مذھبی حقوق کے تحفظ کو ایسوسی ایشن کے اغراض و مقاصد میں شامل کر رکھا تھا (۵۵) ۔ ایسوسی ایشن کے پلیٹ فارم سے وابستہ نوجوانوں میں سے وہ قیادت ابھری جنہوں نے مسلمانوں کو حصول آزادی کی راہ پر ڈال دیا ۔ ان نوجوانوں میں چودھری غلام عباس خان ، مستری یعقوب علی ، سردار گوھر رحمان خان ، جناب اللہ رکھا ساغر اور جناب عبدالمجید قریشی کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔ بینرجی کے بیان کی تردید کے سلسلہ میں جو اجلاس جموں میں طلب کیا گیا تھا اس میں مستری یعقوب علی بھی موجود تھے (۵۶) ۔ انہوں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کی طرف سے بینرجی کے بیان کی تردید مسلمانوں کو الٹی چھری سے ذبح کرنے کے مترادف ہو گی اور بڑی جرات سے یہ رائے دی کہ تردیدی بیان کے لئے تمام مسلمانوں کا استصواب ضروری ہے (۵۷) ۔ چنانچہ عوام کی رائے معلوم کرنے کے لئے ایک

جلسے کے انعقاد کا اعلان کیا گیا جس میں لوگوں نے انجمن اسلامیہ پر عدم اعتماد کا اظہار کیا اور سرراہ ارکان انجمن کے خلاف نعرے لگائے (۵۸)

برطانوی ہند کے مسلم پریس نے بینرجی کے بیان کی اہمیت کے پیش نظر اس کی کافی اشاعت کی اور حکومت کشمیر کو مسلمانوں کے ساتھ منصفانہ سلوک کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن پریس کے مشورے پر غور کرنے کے بجائے حکومت نے لاہور کے دو مسلم روزناموں "آوٹ لک" اور "سیاست" کا ریاست میں داخلہ بند کر دیا (۵۹)۔

۲۸ اپریل ۱۹۲۹ء کو آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس نے اپنے سالانہ اجلاس لدھیانہ میں بینرجی کے بیان کی تائید میں ایک قرار داد منظور کی جس میں کانفرنس نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ گذشتہ چند سالوں سے حکومت کشمیر نے کانفرنس کی پاس کردہ قرار دادوں کی طرف توجہ دینا تو درکنار ان کا جواب دینا بھی چھوڑ دیا ہے۔ آخر میں کانفرنس نے حکومت کو انتباہ کیا کہ "اگر مسلمانان کشمیر کے مسائل حل کرنے کی کوشش نہ کی گئی تو ہر ممکن طریقے سے اس کے خلاف ایجی ٹیشن کیا جائے گا (۶۰)"۔

اب زمانہ بدل چکا تھا۔ کشمیری نوجوانوں نے آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کے وظائف پر تعلیم حاصل کر لی تھی۔ کانفرنس نے ۳۱ مارچ ۱۹۲۸ء تک وادی کشمیر کے ۸۷ نادار اور مستحق طلباء کو ۱۹۵۰۰ روپے کے وظائف دے کر ان کے واسطے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے وسائل پیدا کئے (۶۱)۔ برطانوی ہند کی سیاسی بیداری سے متاثر ہو کر ان نوجوانوں کو بھی یہ احساس ہو چلا تھا کہ اپنی مظلومیت کے تدارک کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہئے۔

سیاسی پس منظر

یہ زمانہ برطانوی ہند کی سیاسیات کا بڑا ہنگامہ خیز زمانہ تھا۔ ۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء کو آل انڈیا کانگرس نے لاہور میں برطانیہ سے مکمل آزادی کی قرار داد منظور کی اور اگلے سال مارچ میں سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی۔ اس سال اکتوبر میں وائسرائے ہند لارڈ ارون نے اعلان کیا کہ برطانوی حکومت ہندوستان کے آئندہ آئین کی تشکیل کے لئے برطانوی ہند اور دیسی ریاستوں کی ایک گول میز کانفرنس منعقد کرنے والی ہے۔ یہ کانفرنس ماہ نومبر میں لندن میں شروع ہوئی۔ اس کا اجلاس جاری تھا کہ دسمبر ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس الہ آباد میں شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال نے اپنے صدارتی خطبہ میں برصغیر میں ایک اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا۔

جن شخصیات کو گول میز کانفرنس میں نمائندوں کی حیثیت سے مدعو کیا گیا تھا۔ ان میں مہاراجہ کشمیر بھی شامل تھا۔ روانگی سے قبل اس نے نظم و نسق کو چلانے کے لئے ایک کابینہ تشکیل کی جس میں مسلمانوں کو کلیتا نظر انداز کر دیا گیا۔ کابینہ مسٹر ویکفیلڈ، پی، کے وائل اور جنرل جنک سنگھ پر مشتمل تھی۔ ٹھاکر کرتار سنگھ کو اس کا سیکرٹری مقرر کیا گیا تھا (۶۲)۔ ان میں آخر الذکر دونوں ڈوگرہ راجپوت تھے۔ اسی دوران ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ ریاست کی سول جریدہ اسامیوں کے لئے سول سروس ریکروٹمنٹ بورڈ مقابلے کا امتحان لیا کرے گا۔ بورڈ نے جس کے سارے ارکان ہندو تھے بھرتی کے لئے جن شرائط کا اعلان کیا ان میں بعض ایسی تھیں کہ اعلیٰ تعلیمی قابلیت کے باوجود مسلمان امیدواروں کے لئے ملازمت حاصل کرنا تو درکنار مقابلے کے امتحان میں شریک ہونا بھی محال تھا۔ حکومت کسی بھی امیدوار کو وجہ بتائے بغیر ملازمت کے لئے ناموزوں قرار دے سکتی تھی۔ امتحانی نصاب میں ہندی اور سنسکرت کو شامل کیا گیا لیکن اردو فارسی اور عربی کو یکسر نظر انداز کیا گیا تھا (۶۳)۔ عمر کی حد ۲۲ سال سے کم رکھی گئی تھی۔ امتحان کے لئے داخلہ فیس ۵۰ روپے مقرر کی گئی تھی اور امیدوار کے لئے اپنی اعلیٰ نسبی کی سند پیش کرنا ضروری قرار دیا گیا تھا۔ ایک مضحکہ خیز شرط یہ بھی تھی کہ امیدوار کے خاندان کا کوئی فرد کبھی کسی وبائی بیماری میں مبتلا نہ رہا ہو۔ مسلمانوں کی راہ میں اتنی رکاوٹیں کھڑی کرنے کے بعد حکومت ساٹھ فیصد اسامیاں بورڈ کی طرف رجوع کئے بغیر بھرتی کر سکتی تھی (۶۴)۔ جن دنوں بورڈ کے قواعد و ضوابط کا اعلان ہوا سری نگر کے تقریبا دو درجن مسلمان نوجوان علی گڑھ اور برطانوی ہند کی دیگر یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہو کر وطن واپس آ چکے تھے۔ انہوں نے سیاسی ہنگامے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ جلسوں میں شامل ہو کر لیڈروں کی تقریریں سنی تھیں۔ وہ نئے جذبات اور تازہ افکار کے ساتھ واپس آئے تھے۔ اگرچہ ان کا ریاست سے باہر کسی سیاسی جماعت سے کوئی رابطہ نہ تھا مگر آزادی کی تحریکوں نے انہیں بے حد متاثر کیا۔ ان میں سے بعض نوجوان تو بورڈ کی اکثر شرائط پوری نہیں کرتے تھے اور بعض کی عمر بورڈ کی مقررہ حد سے تجاوز کر چکی تھی۔ ان نوجوانوں میں شیخ محمد عبداللہ بھی تھے۔

جنہوں نے ۱۹۳۰ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم ایس سی کیمسٹری کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا تھا۔

ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کا قیام

جموں کی طرح سری نگر میں کوئی تنظیم تو نہیں تھی البتہ کچھ نوجوانوں نے محلہ فتح کدل میں ایک ریڈنگ روم قائم کر رکھا تھا۔ جہاں وہ اکٹھے ہوتے تو مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے سوچ بچار کیا کرتے تھے۔ ریڈنگ روم کے باہمی رابطے سے ڈوگرہ حکومت کے خلاف سری نگر کے نوجوانوں کے قلب و ذھن اور فکرو احساس کے اتحاد کی ابتدا ہوئی۔ اراکین ریڈنگ روم میں زیادہ ممتاز اور متحرک شیخ محمد عبداللہ ' خواجہ عبدالرحیم اور خواجہ غلام نبی گلکار تھے۔ سری نگر کے ان نوجوانوں نے جب اخبارات میں جموں کی ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کی اصلاحی سرگرمیوں سے متعلق پڑھا تو شیخ محمد عبداللہ جموں گئے اور ایسوسی ایشن کے صدر چودھری غلام عباس خان سے دوران ملاقات سری نگر میں ایسوسی ایشن کی شاخ کھولنے کی درخواست کی۔ جب یہ درخواست منظور کر لی گئی تو شیخ محمد عبداللہ نے سری نگر پہنچتے ہی ایسوسی ایشن کی شاخ قائم کر دی (۶۵)۔ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان خواجہ غلام احمد عشائی اس شاخ کے صدر اور اس کے سیکرٹری شیخ محمد عبداللہ مقرر ہوئے (۶۶)۔ ایسوسی ایشن کی سری نگر شاخ نے طے کیا کہ سول سروس ریکروٹمنٹ بورڈ نے مقابلے کے امتحان کے لئے جن شرائط کا اعلان کیا ہے ان کے خلاف احتجاج کیا جائے۔ چنانچہ ایسوسی ایشن نے ۱۱ ستمبر ۱۹۳۰ء کو کابینہ کو ایک یاد داشت ارسال کی جس پر سات بی اے ' دو بی اے بی ٹی ' پانچ بی اے ایل ایل بی ' چار ایم اے اور دو ایم ایس سی پاس نوجوانوں کے دستخط تھے (۶۷)۔ کابینہ کی دعوت پر شیخ محمد عبداللہ اور عبدالعزیز فاضل پر مشتمل ایسوسی ایشن کا وفد اس سے ملا (۶۸)۔ دوران ملاقات وفد نے مطالبہ کیا کہ ملازمتوں کی تعلیم میں مسلمانوں سے انصاف کیا جائے۔ لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی (۶۹)۔ اس اثنا میں ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں نے حکومت کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ اخبارات میں مضامین لکھ کر مسلمانوں سے کی ہوئی تمام بے انصافیوں کو بے نقاب کیا جائے۔ اچانک روزنامہ " انقلاب " لاہور میں مضامین ' مراسلات اور اداریوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

" انقلاب " مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ سالک صاحب اور جموں کے جناب عبدالمجید قریشی کے درمیان یہ مفاہمت ہوئی کہ موخرالذکر حکومت کشمیر کی مسلم دشمنی سے متعلق ناقابل تردید معلومات فراہم کریں گے۔ " انقلاب " انہیں شائع کرے گا اور کسی قیمت پر بھی نامہ نگار یا کسی قومی کارکن کا نام افشاء نہیں کرے گا (۷۰)۔ " انقلاب " میں جن نوجوانوں نے مضامین لکھے ان میں شیخ محمد عبداللہ اور عبدالمجید قریشی شامل تھے۔ قریشی صاحب ناظم زراعت حکومت کشمیر کے دفتر میں کلرک تھے۔ راقم نے اس زمانہ کے بعض اخبارات کے فائل ملاحظہ کئے ہیں۔ " زمیندار " " کشمیری اخبار " " سیاست " " مسلم اوٹ لک " اور " پیسہ اخبار " وغیرہ میں ریاستی مسلمانوں کی بے کسی اور حکومت کی بے توجہی کا کچھ نہ کچھ ذکر ہوتا رہتا تھا۔ لیکن " انقلاب " کی تحریروں نے تو ایک تحریک کی صورت اختیار کر کے ھلچل مچا دی چنانچہ حکومت نے فروری ۱۹۳۱ء میں ریاست میں " انقلاب " کا داخلہ بند کر دیا (۷۱)۔ لیکن حقوق طلبی کا جو ولولہ " انقلاب " نے کشمیری نوجوانوں میں پیدا کر دیا تھا اس کے اب ٹھنڈا پڑنے کا امکان نہیں رہا تھا۔ " انقلاب " پر بندش کے بعد مہر اور سالک نے نئے ڈیکلریشن لے کر یکے بعد دیگرے " کشمیری مسلمان " " مظلوم کشمیر " اور " مکتوب کشمیر " کے نام سے ہفتہ وار اخبار نکالے جن میں ریاستی مسلمانوں کی شکایات ' دکھ درد اور مسائل کا بھرپور ذکر ہوتا تھا۔ جونہی یہ پرچے جموں پہنچتے تو ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کے کارکن انہیں دوسرے شہروں تک پھیلا دیتے تھے۔ ان کی قیمت برائے نام ہوا کرتی تھی۔ مثلاً " مکتوب کشمیر " کی قیمت ایک پیسہ تھی (۷۲)۔ لیکن سری نگر میں اس کی ایک کاپی دو روپے میں فروخت ہوتی تھی (۷۳)۔ حکومت کشمیر نے آٹھ ہفتے بعد " کشمیری مسلمان " ایک اشاعت کے بعد " مظلوم کشمیر " اور دو اشاعتوں کے بعد " مکتوب کشمیر " کا بھی ریاست میں داخلہ بند کر دیا (۷۴)۔

اس اثنا میں " انقلاب " کی دعوت فکر نے جموں کے نوجوانوں کو بنیادی شہری حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ چنانچہ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۰ء کو ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن نے مسجد تالاب کھٹیکاں میں ایک جلسے کا اہتمام کیا۔ جس میں صدر جلسہ چودھری غلام عباس خان ' سردار گوھر الرحمان خان ' جناب اللہ رکھا ساغر اور بابو گل محمد نے تقریریں کیں اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ مسلمان

تعلیم یافتہ نوجوانوں سے ناروا سلوک بند کیا جائے اور ان کے جائز حقوق کو تسلیم کر کے ان کے ساتھ روا رکھی گئی ناانصافیوں کی تلافی کی جائے ۔ نیز ایک اور قرار داد میں مطالبہ کیا گیا کہ لاہور کے مسلم اخبارات پر ریاست میں داخلہ کی جو پابندیاں عائد کی گئی ہیں وہ اٹھالی جائیں (۷۵)۔

اس سال دسمبر میں آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کا سالانہ اجلاس لاہور میں ہوا ۔ ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں کے اراکین بھی شریک اجلاس تھے ۔ اجلاس کی صدارت ڈھاکہ کے نواب حبیب اللہ خان نے کی ۔ اس اجلاس میں قرار پایا کہ کشمیری مسلمانوں کے مطالبات پیش کرنے کے لئے ایک وفد مہاراجہ کے پاس بھیجا جائے ۔ اگر مہاراجہ وفد کے ساتھ ملاقات کرنے سے انکار کر دے تو یہی وفد وائسرائے ہند کے پاس جائے ۔ لہذا اس کے لئے نمائندے منتخب کئے گئے ۔ جو حسب ذیل تھے ۔ نواب حبیب اللہ خان (میروفد)، خان بہادر شیخ رحیم بخش ریٹائرڈ سیشن جج لاہور، خان بہادر شیخ دین محمد پنجاب کونسل، میاں غلام مصطفیٰ لاہور، شیخ صادق حسین امرتسر، حاجی میر شمس الدین، سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور، ملک عبدالقیوم بیرسٹر ایٹ لاء لاہور اور مولانا سید حبیب ایڈیٹر روزنامہ "سیاست" لاہور ۔ حکومت نے وفد کو سری نگر جانے کی اجازت نہ دی (۷۶)۔

گول میز کانفرنس کے بعد مہاراجہ ھری سنگھ سیروسیاحت کے لئے فرانس چلا گیا تھا ۔ مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ وہ واپس آکر جب یہ دیکھے گا کہ تعلیم یافتہ نوجوان پریشان حال اور مضطرب ہیں تو وہ ان کی تالیف قلوب کی خاطر ضرور کوئی قدم اٹھائے گا جس سے بھڑکتی ہوئی آگ بجھ سکے گی ۔ لیکن یہ محض مسلمانوں کا حسن ظن تھا ۔ کیونکہ مہاراجہ کے آنے کے بعد حالات نے زیادہ نازک صورت اختیار کر لی تھی ۔

۲۹ اپریل ۱۹۳۱ء کو ایک ہندو سب انسپکٹر پولیس نے جموں میں امام مسجد کو خطبہ عید پڑھنے سے روک دیا اور ۴ جون کو جموں سنٹرل جیل میں ایک ہندو ہیڈ کانسٹیبل نے توہین قرآن کا ارتکاب کیا ۔ ان اشتعال انگیز واقعات سے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور ریاست میں عوامی احتجاج کا وہ طوفان اٹھا جسکی قوت سے حکومت بے خبر تھی ۔ اسی احتجاج کی کوکھ سے تحریک آزادی کشمیر نے جنم لیا ۔

حوالہ جات

(نوٹ ۔ ک م ب سے مراد ہے "کتاب محولہ بالا)

1. **Biscoe Tyndale**, *Kashmir in Sunlight and Shade*, London, 1922,p.79.

2. *Report of the Commission appointed under the orders of His Highness the Maharaja. Bahadur dated 12th November 1931 to enquire into grievances and complaints*,
(Known as Glancy Commission Report) Jammu, 1932,p.9.

۳ ۔ اداریہ روزنامہ "زمیندار" لاہور ۔ ۷ مارچ ۱۹۲۴ء

۴ ۔ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۹ء

۵ ۔ اداریہ روزنامہ "زمیندار" لاہور ۔ ۷ مارچ ۱۹۲۴ء

6. *Glancy Commission Report*, op.cit.,p. 13.

7. *Result Gazette Punjab University*, 1922.

8. *Glancy Commission Report*,.op.cit., p. 11.

۹ ۔ بیان صدر انجمن اسلامیہ جموں، جرنیل سمندر خان بحوالہ روزنامہ "زمیندار" لاہور ۲۹ فروری ۱۹۲۴ء ۔

۱۰ ۔ محمد دین فوق ایڈیٹر "کشمیری میگزین" لاہور ۔ بحوالہ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۔ ۲۹ اگست ۱۹۰۹ء ۔

۱۱ ۔ محمد دین فوق "مشاہیر کشمیر" لاہور ۔ ۱۹۳۰ء ۔ ص ۲۱

۱۲ ۔ محمد دین فوق "تاریخ اقوام پونچھ" لاہور ۔ ۱۹۳۶ء ۔ ص ۶۷

۱۳ ۔ ایضاً ۔ ص ۲۸۶

۱۴ ۔ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۔ ۱۸ مارچ ۱۹۱۱ء

۱۵ ۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو روزنامہ "پیسہ اخبار" ۔ ۲۱ جولائی ۔ ۲، ۲۷، ۲۹ دسمبر ۱۹۱۱ ۔ ۶ جنوری ۱۹۱۲ء

۱۶ ۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خان ۔ بحوالہ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور، ۶ جنوری ۱۹۰۹ء

۱۷ ۔ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور، ۱ مئی ۱۹۱۱ء

۱۸ ۔ صاحبزادہ آفتاب احمد بحوالہ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور، ۲۶ جون ۱۹۱۳ء

۱۹ ۔ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور ۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۳ء

۲۰ ۔ مہاراجہ کے جواب کے لئے ملاحظہ ہو روزنامہ "پیسہ اخبار"

لاہور۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۳ء

۲۱۔ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۹ء

۲۲۔ ایضاً۔ ۷ جون ۱۹۱۲ء

۲۳۔ ایضاً۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۲ء

۲۴۔ محمد دین فوق "نغمہ گلزار"۔ لاہور ۱۹۳۱ء، ص ۹۷ (حاشیہ)

۲۵۔ محمد عبداللہ قریشی "آئینہ اقبال"۔ لاہور، ۱۹۶۷ء، ص ۱۹۶

۲۶۔ رباعیوں کے لئے ملاحظہ ہو محمد دین فوق "مشاہیر کشمیر"۔ ص ۲۰۸

۲۷۔ محمد دین فوق "نغمہ گلزار" ص ۹۸ (حاشیہ)

۲۸۔ ایضاً۔ ص ۹۷ (حاشیہ)

۲۹۔ حاجی میر شمس الدین "خطبہ صدارت" اجلاس سیزدھم آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس لدھیانہ۔ لاہور ۱۹۲۹ء۔ ص ۲۸

۳۰۔ محمد دین فوق "نغمہ گلزار"۔ ص ۹۷ (حاشیہ)

۳۱۔ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۱ء

۳۲۔ ملاحظہ ہو ضمیمہ نمبر۔ ۲

۳۳۔ بابو حیدر محمد بحوالہ روزنامہ "پیسہ اخبار لاہور"۔ ا مئی ۱۹۱۱ء

۳۴۔ روزنامہ "پیسہ اخبار" ۳۰ اپریل ۱۹۱۳ء

۳۵۔ ایضاً (اداریہ)۔ ۲۳ جنوری ۱۹۱۵ء

۳۶۔ ایضاً۔ ۹ مئی ۱۹۱۵ء

۳۷۔ ایضاً۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۵ء

38. *Glancy Commission Report*, op.cit., p.9.

39.Ibid.

40. Ibid.

41. Ibid, p.10.

۴۲۔ روزنامہ "پیسہ اخبار" لاہور۔ ۲ مئی ۱۹۲۰ء

۴۳۔ کلیم اختر۔ "سید محسن شاہ"۔ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۱۳۵

۴۴۔ روزنامہ "زمیندار" لاہور (اداریہ)، ۳۱ اگست ۱۹۲۴ء

۴۵۔ خطبہ صدارت مولانا محمد یوسف میرواعظ اجلاس اول۔ جموں و کشمیر آزاد پارٹی کانفرنس منعقدہ ۱، ۲، ۳، دسمبر ۱۹۳۳ء بمقام سری نگر۔ ص ۴۰

۴۶۔ یادداشت کے مکمل متن کے لئے ملاحظہ ہو۔ "فغان کشمیر"۔ شائع کردہ کشمیر پبلسٹی بورڈ۔ آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس لاہور، ۱۹۲۴ء ص ۵۔ ۱۰

۴۷۔ "فغان کشمیر"۔ ک م ب۔ ص ۱۱

۴۸۔ حاجی میر شمس الدین۔ خطبہ صدارت اجلاس سیزدھم آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس لدھیانہ۔ لاہور، ۱۹۲۹ء۔ ص ۵

۴۹۔ "فغان کشمیر"۔ ک م ب۔ ص ص ۲۔ ۳

۵۰۔ مولانا محمد یوسف میرواعظ، ک م ب۔ ص ۴

۵۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔ "فغان کشمیر"۔ ک م ب

52. **Wakefield, G.E.C.,** *Recollections*, Lahore 1943,p.193.

۵۳۔ بحوالہ روزنامہ "انقلاب" لاہور۔ ۳۰ اگست ۱۹۳۱ء

۵۴۔ اداریہ روزنامہ "انقلاب" لاہور۔ ۴ اپریل ۱۹۳۱ء

۵۵۔ چوہدری غلام عباس۔ "کشمکش"۔ لاہور ۱۹۵۰ء۔ ص ص ۵۲۔ ۵۳

۵۶۔ بیان عبدالمجید قرشی بحوالہ روزنامہ "انقلاب" لاہور۔ ۹ ستمبر ۱۹۳۱ء

۵۷۔ اداریہ روزنامہ "انقلاب" لاہور۔ ۱۰ اپریل ۱۹۳۱ء

۵۸۔ بیان عبدالمجید قرشی بحوالہ روزنامہ "انقلاب" لاہور۔ ۹ ستمبر ۱۹۳۱ء

۵۹۔ ایضاً

۶۰۔ روزنامہ "انقلاب" لاہور۔ ۳ مئی ۱۹۲۹ء

۶۱۔ حاجی میر شمس الدین۔ ک م ب۔ ص ۳۱

62. **Bazaz,P.N.,** *Inside Kashmir*, Srinagar, 1941,p.100.

۶۳۔ شیخ محمد عبداللہ "آتش چنار"۔ لاہور۔ ص ۴۸

۶۴۔ پنڈت پریم ناتھ بزاز۔ "کشمیر کا گاندھی"۔ سری نگر ۱۹۳۵ء، ص ۱۷

۶۵۔ چوہدری غلام عباس، ک م ب، ص ص ۷۵۔ ۷۶

۶۶۔ رشید تاثیر۔ "تاریخ حریت کشمیر ۱۹۳۱ء۔ ۱۹۳۰ء" حصہ اول، سری نگر ۱۹۶۸ء۔ ص ۸۳

۶۷۔ روزنامہ "انقلاب" لاہور۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۰ء

۶۸۔ شیخ محمد عبداللہ۔ "آتش چنار"۔ ص ۵۱

۶۹۔ پنڈت پریم ناتھ بزاز۔ "کشمیر کا گاندھی"۔ ص ص ۲۲۔ ۲۳

۷۰۔ عبدالمجید سالک۔ "سرگزشت"۔ لاہور، ۱۹۶۴ء، ص ص ۲۸۹۔ ۲۹۱

۷۱ ـ روزنامہ "انقلاب" لاہور ـ ۲۷ فروری ۱۹۳۱ء

۷۲ ـ عبدالمجید سالک "سرگزشت" ـ ک م ب ـ ص ص ۲۹۴ ـ ۲۹۵

۷۳ ـ شیخ محمد عبداللہ ـ "آتش چنار" ـ ص ۵۹

۷۴ ـ اداریہ روزنامہ "انقلاب" لاہور ـ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۱ء

۷۵ ـ روزنامہ "انقلاب" لاہور ـ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۱ء

۷۶ ـ ایضاً ـ ۳۱ ستمبر ۱۹۳۰ء

۷۷ ـ ایضاً ـ ۵ جون ۱۹۳۱ء

INSTITUTE'S PUBLICATIONS

M. **Yusuf Abbasi**: *Muslim Politics and Leadership in South Asia, 1876-1892*, 1981, 350 + xxpp. Rs. 120.00

Pakistan: A Comprehensive Bibliography of Books and Government Publications with Annotations 1947-1980 compiled by Institute's scholars, 1981, 515 + xxi pp Rs. 200.00

Hafeez Malik: *Political Profile of Sir Sayyid Ahmad Khan*, 1981, 480 pp. Rs. 175.00

Mirza Shafiq Hussain: *Kashmir: An Annotated Bibliography*, 1981,150 + xpp. Rs. 35.00

M. Qasim Soomro: *Sind: An Annotated Bibliography*, 1981, 86 + xii pp. Rs.25.00

Bilal N. Simsir: *Homage to Mustafa Kamal Attaturk*, 1981, 207 + xx pp. Rs. 75.00

Hamida Khuro: *Separation of Sind from Bombay Presidency*. Vol I. 1982, 465 + xviii pp. Rs. 120.00

A.H. Dani: *Thatta: Islamic Architecture*. 1982, 211 + xviii pp. Rs.140.00
Islamabad: The Picturesque Capital of Pakistan, 1982, 78 + xvpp. Rs.40.00

Ahmed Nabi Khan: *Multan: History and Architecture*, 1983. xii + 392 + 12pp. Rs. 160.00

Ahmed Saeed: *The Eastern Times on Quaid-i-Azam*, 1983. xxviii + 316 pp. Rs.90.00

Agha Hussain Hamadani: *Life and Work of Sayyid Ali Hamadani*, 1984, 80 pp. Rs.25.00

Iftikhar Haider Malik, *Sikanadar Havat Khan (1892-1942): A Political Biography*, 1985, xii + 212 pp. Rs.85.00

Waheed - uz -Zaman : *Quaid - i -Azam Mohammad Ali Jinnah: Myth and Reality*, 1985, xvi + 150 pp. Rs.90.00

M.Saleem Akhtar / Agha Hussain Hamadani, *A Handbook on Research Activities of Learned Bodies*, 1984, viii + 121 pp. Rs. 30.00

Shafi-un-Nisa: *A Bibliographical Index on Pakistan*: 1979, 1982, 114 + xvi pp. Rs. 30.00